اشاریۂ خطوطِ غالب

جلد اوّل :

مُرتّبہ :

ہُما اخلاق

شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، لاہور

اشاریۂ خطوطِ غالب
جلد اول :

مرتبہ :

ہُما اخلاق

جلد اوّل :

اشاریۂ خطوطِ غالب

مُرتّبہ :

ہُما اخلاق

شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، لاہور

۹۲-۱۹۹۱ء

طابع : زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور

تعداد : ۵۰۰

مُندرجات :

اِنتساب

پیارے اَمّی ، اَبّو

اور

محترم ڈاکٹر سیّد معینُ الرحمٰن کے نام

"تحقیق کو بطورِ ایک طرزِ زندگی اپنانا ہی اوّلین اور بنیادی اور لازمی شرط ہے اور اس راستے کا پہلا قدم ہے، ایک سچی لگن، کہ وہ توفی الحقیقت ہر صبر آزما کام کے لیے ضروری ہے جس کو اپنی عملی زندگی کے آغاز میں ایسا رہنما اور ایسا ماحول مل جاتا ہے کہ وہ سچی لگن لگانے میں سازگار ہو، اُس کے لیے تحقیق کی دشوار راہیں نسبتاً آسان ہو جاتی ہیں"۔

——— ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

حرفِ چند:

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

(۱)

۱۹۶۹ء میں غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر، مجلسِ یادگارِ غالب، پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور نے منجملہ کتب ہائے دگر "خطوطِ غالب" کا ایک ضخیم مجموعہ دو جلدوں میں شائع کیا[۱]، جسے ممتاز غالب شناس مولانا غلام رسول مہر نے ترتیب دیا تھا۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے ۱۹۷۱ء میں اس مجموعے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

> ..."غالب کے خطوط کا اتنا بڑا مجموعہ اس سے پہلے کہیں شائع نہیں ہوا (لیکن)۔۔۔۔ اس قابلِ قدر مجموعے میں اشاریے کی کمی بری طرح کھٹکتی ہے۔ اب بھی اگر "مجلسِ یادگارِ غالب" ضمیمے کے طور پر۔۔۔۔ (اس کا) اشاریہ شائع کر دے تو یہ بڑی خدمت ہو گی۔۔۔۔ اور میرا خیال ہے کہ جامعہ پنجاب کے حوصلہ مند اربابِ اقتدار کے لیے یہ کوئی ایسا مشکل کام بھی نہیں۔۔۔۔"
>
> (نیا دور، کراچی شمارہ ۵۵-۵۶، ۱۹۷۱ء، ص ۳۰۷)

---

[۱] غالب کے خطوں کا یہ مجموعہ، ایک ہزار گیارہ (۱۰۱۱) صفحات کو محیط ہے۔ پہلی جلد ۵۱۸ صفحات پر مبنی ہے۔ دوسری جلد (ص ۵۱۹ تا ۱۰۱۱) ۴۹۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

یہ بات ۱۹۷۱ء میں کہی گئی تھی۔۔۔۔ مجھے خوشی ہے کہ اٹھارہ بیس برس بعد "خطوطِ غالب" کے اس ضخیم اور قابلِ قدر مجموعے کا اشاریہ تیار کرایا جانا ممکن ہو سکا۔ جلد اول کا اشاریہ، عزیزہ ہما اخلاق نے تیار کیا ہے اور جلد دوم کی اشاریہ سازی کی خدمت عزیزہ ساجدہ پروین نے انجام دی ہے۔

اشاریہ ترتیب دینے کے لیے اولاً ان دونوں نے کئی ہزار کارڈ تیار کیے۔ پھر ان کی مدد سے مختلف عنوانات کے تحت ابجدی ترتیب سے سلسلہ وار، تا بحدِ امکان سارے حوالے چُن لیے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس اشاریے کی رہنمائی میں غالب کے خطوط کا مطالعہ کرنے والوں کو اپنی ضرورت کے مواد تک رسائی میں مدد ملے گی۔

(۲)

"اشاریے کی وسیع تر افادیت اس میں ہے کہ یہ شائع ہو، محض شعبے یا ادارے کی لائبریری میں پڑا نہ رہے ــــ تحقیقی نوعیت کا یہ کام ۱۹۸۹ء میں شعبۂ اُردو میں انجام پایا تھا۔ عزیزہ ہما اخلاق اور عزیزہ ساجدہ پروین ہر دو نے، ایم۔ اے (اُردو) کا امتحان فرسٹ کلاس میں پاس کیا اور گورنمنٹ کالج اکیڈیمک رول آف آنر حاصل کرنے کا امتیاز پایا ــــ اب، مولانا غلام رسول مہر کی بیسویں برسی کے موقع پر اشاریے کا پہلا حصہ، شعبے کی جانب سے فخر اور عجز کے ملے جلے احساس کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔

اگست ۱۹۸۹ء میں گورنمنٹ کالج لاہور کو "خود مختار ادارے" کی حیثیت حاصل ہوئی۔ اس کا ایک خوشگوار پہلو یہ ہے کہ اب کالج کا کردار صرف تدریسی اور تہذیبی ہی نہیں رہا، کوشش یہ ہو رہی ہے کہ اس کی حیثیت ایک تحقیقی مرکز کی سی بھی ہو جائے۔
تحقیقی کام کی سہولتیں، جن کی پہلے صرف خواہش کی جا سکتی تھی، اب دسترس

سے بہت دور دکھائی نہیں دے رہیں۔ زیرِ نظر اشاریے کی کتابی صورت میں اشاعت تحقیق کی مد میں شعبۂ اردو کو فراہم کی جانے والی رقمی اعانت سے ممکن ہو سکی جس کے لیے شعبۂ اُردو، ادارے کے پرنسپل ڈاکٹر عبدالمجید اعوان کا دلی شکر گزار ہے۔ "اشاریۂ خطوطِ غالب" کی دوسری جلد (جسے عزیزہ ساجدہ پروین نے مرتب کیا ہے)، اگلے مالی سال میں پیش کی جا سکے گی۔

پروفیسر و صدر شعبۂ اُردو
گورنمنٹ کالج، لاہور

"گورنمنٹ کالج، لاہور اس اعتبار سے خوش قسمت ادارہ ثابت
ہوا ہے کہ اسے اپنے آغاز ہی سے ذہین اور صاحبِ بصیرت افراد
کی خدمات میسر آئیں۔ ان افراد نے اس مادرِ علمی کی تعمیر نہایت
پختہ اور مضبوط بنیادوں پہ کی اور اسے قابلِ رشک بلندیوں تک
پہنچایا۔ مختلف اوقات میں اس ادارے کو ایسے دانشور اور
تنظیمی صلاحیتیں رکھنے والے افراد کا تعاون حاصل ہوتا رہا،
جنہوں نے اس کالج کی درخشندہ روایات کو تقویت دی اور
اس کے معیار کو مسلسل بہتر بنایا۔" ——— ڈاکٹر عبدالمجید اعوان

دیباچہ :

ایم ۔ اے اُردو سال اوّل کے امتحان کے بعد مقالہ تحریر کرنے کا مرحلہ آیا۔ ہمارے صدرِ شعبہ، ڈاکٹر سیّد مُعین الرحمٰن نے موضوع کے انتخاب کی دقّت کو اپنے ذمّے لیتے ہوئے میرے لیے "اِشاریۂ خطوطِ غالب" (جلد اوّل از مولانا غلام رسول مہر) کا موضوع تجویز کیا۔ جسے مَیں نے بصد خوشی قبول کیا۔ میرے کام کی نگرانی بھی ڈاکٹر سیّد مُعین الرحمٰن ہی نے فرمائی — ابتداً مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ اِشاریہ کیا ہوتا ہے ؟ اسے کس طرح ترتیب دیا جاتا ہے اور اس کی اہمیت کیا ہے ؟ لیکن جیسے جیسے مَیں نے کام کا آغاز کیا مجھے اپنے ان سوالوں کے جواب ملتے گئے۔

میرے مقالے کا موضوع "اِشاریۂ خطوطِ غالب" ہے۔ اشاریہ سازی کے لیے "خطوطِ غالب" مرتّبہ مولانا غلام رسول مہر کی پہلی جلد میرے پیشِ نظر رہی ہے جو خفی ٹائپ میں اوسطاً ۲۶،۲۵ سطری مسطر کے ۵۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ "خطوطِ غالب" کا یہ ایڈیشن مجلس یادگارِ غالب، پنجاب یونیورسٹی، لاہور کی جانب سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔

مولانا مہر کے مرتّب کردہ "خطوطِ غالب" کی پہلی اشاعت ۱۹۵۱ء میں منظرِ عام پر آئی۔ وہ اِس کام پر برابر نظرِ ثانی کرتے رہے، اس کا آخری ترمیم اور نظرِ ثانی شدہ متن مولانا مہر نے غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع کرایا۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۹ء تک مولانا مہر کی، خطوطِ غالب کی جمع و ترتیب کی مختصر رُوداد اشاریے کے آغاز میں پیش کی جا رہی ہے۔ یہ رُوداد ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن کی کتاب "غالب کا علمی سرمایہ" سے ماخوذ ہے۔

اِس اشاریے میں، مَیں نے نو (۹) اجزاء میں مختلف موضوعات اور عنوانات کے تحت غالب کے خطوط سے سارے ضروری حوالے سلسلہ وار، ابجدی اعتبار سے ترتیب دیے ہیں۔ اشاریے کے آغاز میں غالبیات کے حوالے سے مولانا غلام رسول مہر کا مختصر

سوانحی خاکہ دیا جا رہا ہے۔

"خطوطِ غالب" کے فاضل مرتّب مولانا غلام رسول مہر نے ہر مکتوب الیہ کے احوال و سوانح کا مختصر سا خاکہ بھی لازماً پیش کیا ہے جس سے غالب کے ساتھ مکتوب الیہ کے تعلق کی حیثیت پر روشنی پڑتی ہے۔ بہت سی صورتوں میں مولانا مہر نے تشریحی یا توضیحی نوٹ بھی تحریر کیے ہیں —— میں نے مولانا مہر کی تعارفی اور وضاحتی عبارتوں کو بھی اپنے اشاریے میں شامل رکھا ہے۔ اس طرح یہ اِشاریہ گویا خطوطِ غالب (جلد ۱) کے صفحہ ۱ سے ۵۱۸ تک کا پوری طرح احاطہ کرتا ہے۔

عموماً اِشاریہ سازی کو پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔ کبھی کہا گیا کہ اِشاریہ نویسی "دو اور دو چار" کرنے کا کام ہے اور کبھی اسے "مشینی کام" قرار دے کر انتہائی سہل قرار دیا گیا۔ ممکن ہے اِشاریہ نویسی کی تنقیدی اور تجزیاتی نقطۂ نظر سے زیادہ اہمیت نہ ہو لیکن تحقیقی سطح پر اِشاریے کی اپنی ایک جُداگانہ اہمیت ضرور بنتی ہے ——

مقالے کی تیاری میں پروفیسر ڈاکٹر سیّد مُعین الرحمٰن نے میری حوصلہ افزائی اور قدم قدم پر میری رہنمائی کی۔ ڈاکٹر سیّد مُعین الرحمٰن نے حقِ استاد ادا کرتے ہوئے جس طرح مجھ سے بھرپور تعاون کیا میں ان کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ اگرچہ لفظ "شکر گزار" ان کے تعاون اور رہنمائی کے مقابل بے معنی ہے۔ اس کے علاوہ میں اپنی چند دوستوں، راحیلہ، نائلہ اور عابدہ کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی، جنہوں نے مقالہ کی تیاری میں میری حتی الامکان مدد کی۔

آخر میں اِس امر کا اظہار شاید غیر متعلق نہ ہو کہ کسی بھی چیز کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اُس کا "حرفِ آخر" ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس اِشاریے کی تیاری میں کسی نمبر، جگہ، نام یا ابجدی ترتیب میں کوئی غلطی مجھ سے یا ٹائپسٹ سے ہو گئی ہو، اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔

ہُما اخلاق

لاہور، ۲۵ نومبر ۱۹۸۹ء

مولانا غلام رسول مہر:

مختصر سوانحی خاکہ

تاریخِ ولادت :	۱۲ یا ۱۵ مئی ۱۸۹۴ء
رسمی تعلیم :	بی۔ اے، اسلامیہ کالج، لاہور، ۱۹۱۵ء
ملازمت :	انسپکٹر مدارس، پائیگاہ وقار الامرا، حیدر آباد دکن ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء
ایڈیٹر :	روزنامہ "زمیندار"، لاہور، نومبر ۱۹۲۱ء —— مارچ ۱۹۲۷ء روزنامہ "انقلاب"، لاہور، اپریل ۱۹۲۷ء تا ۱۹۵۱ء
پہلی شادی :	۱۹۱۴ء
دوسری شادی :	۱۹۲۹ء

تصنیفات و مرتبات مہر، متعلق بہ غالب :

۱۔ غالب، طبع اوّل، جون ۱۹۳۶ء
طبع دوم، مارچ ۱۹۴۱ء
طبع سوم، مئی ۱۹۴۴ء
طبع چہارم، دسمبر ۱۹۴۶ء

۲۔ خطوطِ غالب (حصّہ اوّل)، لاہور ۱۹۵۱ء

۳۔ خطوطِ غالب (حصّہ دوم)، لاہور ۱۹۵۲ء

۴۔ خطوطِ غالب (طبع دوم) بیک جلد، لاہور، سن ندارد
طبع سوم، لاہور ۱۹۶۲ء
طبع چہارم، لاہور ۱۹۶۸ء

۵۔ خطوطِ غالب، جلد اوّل، مجلسِ یادگارِ غالب،
پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۶۹ء

۶۔ خطوطِ غالب، جلد دوم، ایضاً، ۱۹۶۹ء

۷۔ کلیاتِ غالب فارسی، لاہور ۱۹۶۵ء

۸۔ دیوانِ غالب، مکمل عکسی، لاہور ۱۹۶۷ء

۹۔ نوائے سروش (دیوانِ غالب مع شرح)، لاہور ۱۹۶۹ء

۱۰۔ دیوانِ غالب مع شرح (عبدالرشید علوی)،
مقدمہ و نظرِ ثانی، مولانا مہر، لاہور، س۔ن

۱۱۔ قصائد و مثنویاتِ غالب (فارسی)، لاہور ۱۹۶۹ء

۱۲۔ قصائد و رُباعیات ۔۔۔ (غالب، فارسی)، لاہور ۱۹۶۹ء

"۔۔۔۔ مولانا غلام رسول مہر کے علمی و ادبی کارنامے اور بھی ہیں لیکن اُردو تحقیق و تنقید میں اُنہیں جو اعزاز اور بلند مقام حاصل ہے، وہ غالب اور غالبیات پر گہری نظر رکھنے ہی کا انعام ہے۔"

—— ڈاکٹر فرمان فتح پوری

(غالب، شاعرِ امروز و فردا، لاہور، ۱۹۷۰ء، ص ۵)

وفات : لاہور، ۱۶ر نومبر ۱۹۷۱ء

"خطوطِ غالب" : مرتبہ : مولانا غلام رسول مہر

ترتیب و اشاعت کی مختصر رُوداد

ماخوذ از : "غالب کا علمی سرمایہ"

"خطوطِ غالب" کے نام سے مولانا غلام رسول مہر نے دو حصوں میں ایک مجموعہ مرتب اور شائع کیا۔ حصہ اول ۱۹۵۱ء میں اور حصہ دوم فروری ۱۹۵۲ء کے بعد کتاب منزل لاہور سے شائع ہوا۔ حصہ اول ۳۶۱ اور حصہ دوم ۴۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ حصہ اول کے شروع میں دو صفحات کا تعارف اور ۴۹ صفحات کا "مقدمہ" ہے۔ مقدمے کے آخر میں ۱۴۔مئی ۱۹۵۱ء کی تاریخ درج ہے۔ حصہ دوم پر سالِ اشاعت درج نہیں۔ لیکن صفحہ ۴۳۵ پر فروری ۱۹۵۲ء کا حوالہ آیا ہے جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ حصہ مذکورہ تاریخ کے بعد کسی وقت شائع ہوا ہوگا۔

"خطوطِ غالب" کے تعارف میں مولانا غلام رسول مہر نے لکھا ہے کہ :

"اس مجموعے میں مرزا (غالب) کے وہ تمام خطوط آ گئے ہیں جن کا مرتب کو سراغ مل سکا۔ صرف دو مجموعوں کو چھوڑا گیا۔ ایک مکاتیب رامپور کا مجموعہ دوسرا منشی نبی بخش حقیر کے نام خطوط کا وہ مجموعہ جو "نادراتِ غالب" کے نام سے چھپا ...... تمام خطوط تاریخ وار مرتب کر دیئے گئے ہیں جن خطوں پر تاریخیں ثبت نہیں تھیں اُن کے بارے میں داخلی شہادتوں کی بنا پر قیاساً فیصلہ کیا گیا کہ وہ کس زمانے کے ہوں گے ...... تمام مکتوب الیہم کے حالات لکھ دیئے گئے ہیں تاکہ مرزا (غالب) کے ساتھ اُن کے تعلق کی حیثیت واضح ہو جائے .... خطوط میں جا بجا

مقامی اور تاریخی تلمیحات ہیں...... عام خوانندگان کرام تشریح
کے بغیر انہیں سمجھ نہیں سکتے...... مرتب نے حتی الامکان تمام
تلمیحات کی تشریح کر دی ہے۔ ابتداء میں مقدمہ لکھا جس میں انشائے غالب
کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں...... اوقافہ کے اہتمام میں کوئی
دقیقہ فروگذاشت نہ ہوا۔"

(تعارف (حصہ اول) صفحہ ج/د)

"خطوط غالب" کا دوسرا ایڈیشن، ایک جلد میں کتاب منزل، لاہور سے شائع ہوا
اس پر سنہ طباعت درج نہیں، یہ ۶۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ "خطوطِ غالب" کا تیسرا
ایڈیشن ۱۹۶۲ء میں شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور سے شائع ہوا۔ جو ۵۸۴ صفحات
پر مبنی ہے۔ ۱۹۶۸ء میں "خطوط غالب" کا ایک اور نیا ایڈیشن ایک جلد میں شائع ہوا۔[۵]
اس کے بارے میں مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ:

"خطوطِ غالب" کا یہ چوتھا ایڈیشن ہے۔ اس میں ان خطوط کی بھی بڑی
تعداد شامل کر دی گئی ہے جو پہلے ایڈیشن کے وقت دستیاب نہیں ہو سکے
تھے۔ تصحیح اور ترتیب و تحشیہ کے اہتمام میں بھی حتی الامکان کوئی دقیقہ
سعی اُٹھا نہیں رکھا گیا۔ لہٰذا اگر میں گزارش کروں کہ اب کتاب سابقہ
ایڈیشن کے مقابلے میں زیادہ مکمل و جامع ہے تو شاید وہ ستائشِ نفس
پر محمول نہ ہو۔ بعض خطوط بر وقت ہاتھ نہ آسکے اور تکمیلِ کتابت کے بعد ملے،
انہیں مجبوراً ضمیمے میں درج کیا گیا۔"

(خطوطِ غالب، طبع چہارم ۱۹۶۸ء، صفحہ ۳۸)

○

فروری ۱۹۶۹ء میں غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر مجلس یادگارِ غالب پنجاب
یونیورسٹی، لاہور کی جانب سے ٹائپ میں مولانا غلام رسول مہر کے مرتبہ "خطوطِ غالب" دو
جلدوں میں شائع ہوئے۔ جلد اول ۵۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ جلد دوم صفحہ ۵۱۹ تا ۱۰۱۱ صفحات

---

[۵] ناشر: شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، بار چہارم ۱۹۶۸ء، صفحات ۵۸۴۔

پر مبنی ہے۔ "گزارشِ احوالِ واقعی" کے عنوان سے جلد اول کے آغاز میں مولانا غلام رسول مہر نے لکھا ہے کہ:

"خطوطِ غالب" کا یہ مجموعہ کسی طویل تمہید و تعارف کا متقاضی نہیں۔ اس میں میرزا (غالب) کے وہ تمام مکاتیب آگئے ہیں جو علم میں آسکے اور ان پر دسترس ہو سکی۔ صرف دو چیزیں (مکاتیبِ غالب" عرشی اور "نادراتِ غالب" آفاق دہلوی) بعض قانونی و اخلاقی موانع کی بنا پر باہر رہ گئیں .... بایں ہمہ اس مرقع میں مرزا غالب کے اتنے خطوط اور بعض دوسرے رشحاتِ قلم یک جا ہو گئے ہیں کہ غالباً ان جواہر پاروں کا اتنا مجموعہ پہلے کبھی تیار نہیں ہوا۔ نامۂ غالب نیز تقریظوں دیباچوں اور متفرق تحریروں کے علاوہ صرف خطوط کی تعداد پونے سات سے زیادہ ہی ہو گی، کم نہ ہو گی۔

ایک جامع مجموعے کی ترتیب میں "اُردوئے معلّٰی" "عودِ ہندی" کی تفریق کا خاتمہ ناگزیر تھا .... یہی بہتر تھا کہ تفریق ختم کر دی جائے اور ایک ہی مجموعے میں زیادہ سے زیادہ خطوط اور رشحاتِ قلم جمع کیے جائیں۔ اگرچہ انہیں دو جلدوں میں تقسیم کرنا پڑے ...... نئے مجموعے کی ترتیب کا مقصد صرف یہی نہ تھا کہ مرزا غالب کے تمام اُردو مکاتیب یکجا ہو جائیں اس کے علاوہ چند ضروری کام تھے جو بہت پہلے پورے ہو جانے چاہئیں تھے، تاکہ ان نگارشات کا مطالعہ زیادہ سہل و مفید، نیز زیادہ دلآویز ہو جاتا:

۱۔ متن کی تصحیح

۲۔ مکاتیب کی تاریخ وار ترتیب

۳۔ تاریخی، جغرافیائی، علمی اور ادبی تلمیحات و اشارات کی مناسب تشریح

۴۔ مکتوب الیہ کے احوال و سوانح کا مختصر خاکہ

۵۔ مشکل الفاظ و تراکیب کی توضیح

متن کی تصحیح کے سلسلے میں سب سے پہلی قابلِ ستائش کوشش منشی مہیش پرشاد نے کی۔ وہ مختلف مکتوب الیہم کے وارثوں تک پہنچے۔۔۔۔ ۔۔۔۔ اصل مکاتیب کا مقابلہ شائع شدہ متون سے کیا۔ اِس طرح فروگزاشتوں اور مسامحتوں کی تلافی کر دی۔ بعض نئے مکاتیب بھی حاصل کیے ۔۔۔۔۔۔ میں باقی خطوط کا مقابلہ اصل سے کرنا چاہتا بھی تو یہ کام تقسیم ملک کے بعد مشکل ہو گیا تھا، لہٰذا اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ "اردوئے معلّٰی" اور "عودِ ہندی" کے جتنے بھی ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں، اُن کے متون سامنے رکھ کر بہ امعانِ نظر غلطیوں اور فروگزاشتوں کا سُراغ لگایا جائے ۔۔۔۔۔ (اس مجموعے کے) متن میں بعض ایسی تصحیحات بھی ملیں گی جن کے ضمن میں مجھے منشی مہیش پرشاد اور دوسرے تمام مطبوعہ ایڈیشنوں سے اختلاف کے سوا کوئی راستہ نظر نہ آیا۔۔۔ ایسے مقامات کے سلسلے میں ۔۔۔۔۔ حواشی کے ملاحظے سے حقیقت کا اندازہ ہو جائے گا۔ خطوں کی تاریخ وار ترتیب کا کام گوناگوں مشکلات سے لبریز تھا۔۔۔۔ تاہم حتی الامکان احتیاط سے کام لیا گیا، اِس میں کوتاہی نہ ہوئی ۔۔۔۔۔۔ بچھتّر فی صد تاریخیں بھی درست ہوں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس ضروری کام کا راستہ ہموار ہو گیا، مگر مجھے ۔۔۔۔ اُمید ہے کہ اختلاف کی گنجائش زیادہ نہ ہوگی۔

مرزا غالب نے ہر مکتوب الیہ کے خط میں جو مطالب و مباحث تحریر فرمائے، وہ غیر مرتب شکل میں ٹھیک ٹھیک ذہن نشین نہیں ہو سکتے تھے ۔۔۔۔ اب تمام مطالب و مباحث طبعی ترتیب میں پیش ہو رہے ہیں اور ان کا مُطالعہ یقیناً زیادہ مفید و نتیجہ خیز ہوگا ۔۔۔۔۔۔

میرزا کے خطوط میں تاریخی، جغرافیائی یا دوسری تلمیحات بھی خاصی ہیں۔۔۔۔ اِن کی تشریح کے بعد، مطالب خطوط سے زیادہ حظ اُٹھایا جا سکے گا ۔۔۔۔۔ بہر حال سعی و کاوش سے جو کچھ ممکن تھا، وہ

اس مرقع کی شکل میں حاضر ہے "۔
ڈاکٹر جمیل جالبی کے بقول :

" عام طور پر خطوط وقتی دلچسپی کے حامل ہوتے ہیں اور بعد میں اُن کی تاریخی حیثیت صرف ایک تبرک کی رہ جاتی ہے ۔ لیکن خطوطِ غالب غالب کی شاعری کی طرح ایک ایسے سدا بہار پھول کی طرح ہیں جس کی خوشبو، رنگ و نور ہمیشہ تازہ رہتا ہے ۔ آج بھی اُنھیں پڑھیے تو غالب کی ذکاوت ، احساس مزاح ، اندازِ نظر ، خوبصورت نثر اور برجستہ فقرے ہمارے دل کو موہ لیتے ہیں ۔ باہتمام مولانا غلام رسول مہر" (خطوط غالب "کے نام سے دو جلدوں میں) غالب کے خطوط تاریخوار ترتیب اور صحت متن کے ساتھ یک جا کر دیے گئے ہیں ۔ غالب کے خطوں کا اتنا بڑا مجموعہ اس سے پہلے کبھی شائع نہیں ہوا" ۔ [1]

[غالب کا علمی سرمایہ از ڈاکٹر سید معین الرحمٰن ، لاہور ۱۹۸۸ء
صفحہ ۲۰۰ - ۲۰۴]

---

[1] نیا دور، کراچی، شمارہ ۵۵ ، ۵۶ / ۱۹۷۱ء ، ص ۳۰۷ ۔

أسماءُ الرّجال

(افراد اور اشخاص)

آ، ا

پ ت :

ٹ ث :

ج چ :

ح خ :

د ڈ ذ :

ر ڑ :

س، ش :

ص، ض، ط، ظ :

ف :

ق :

ک، گ، ل :

م :

ن :

و، ک، ے :

کتابیں، اخبارات، رسالے

اُردو مصرع

اُردُو اشعار

اہلِ ورع کے حلقے میں ہر چند ہوں ذلیل
پر عاصیوں کے زمرے میں میں برگزیدہ ہوں : ۲۳۵

اے روشنیٔ دیدہ شہاب الدین خاں
کٹتا ہے بتاؤ کس طرح سے رمضاں : ۳۲۳

اے میر مہدی تجھے شرم نہیں آتی
میاں یہ اہلِ دلی کی زباں ہے : ۳۸۰

ب:

بسکہ فعالِ مایرید ہے آج
ہر سلحشور انگلستان کا : ۲۳۹

بس ہجوم نا اُمیدی خاک میں مل جائے گی
یہ جو اک لذت ہماری سعی لاحاصل میں ہے : ۴۰۹

بگم صاحب پھوڑے میں پھنسایا
چھٹا بیگم نے بے حرمت کرایا : ۱۸۹

بلند رُتبہ وہ حاکم، وہ سرفراز امیر
کہ بلند تاج سے لیتا ہے جس کا طرف کلاہ : ۱۴۲

بہت سہی غمِ گیتی، شراب کم کیا ہے ؟
غلامِ ساقیِ کوثر ہوں مجھ کو غم کیا ہے ؟ : ۳۱۳

پ :

پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور : ۲۵۵، ۲۱۰

پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسد
ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں : ۲۳۵

پڑئیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار
اور اگر مر جائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو : ۲۷۷

پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے
پیالہ گر نہیں دیتا، نہ دے، شراب تو دے : ۲۷۶

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے ؟
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟ : ۲۰۹

پیر و مرشد معاف کیجیے گا
میں نے جمنا کا کچھ نہ لکھا حال : ۴۳۵

ت :

ج :

خ :

د :

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے؟ : ۱۶۷

روز اس شہر میں اک حکم نیا ہوتا ہے
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے : ۳۴۹

رہزنی ہے کہ دل ستانی ہے
لے کے دل، دلستاں روانہ ہوا : ۲۰۱

رہی نہ طاقتِ گفتار اور اگر ہو بھی
تو کس اُمید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے : ۱۶۷

رہے نہ جان تو قاتل کو خوں بہا دیجے
کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے : ۲۰۶

ز :

زخم گر دب گیا، لہو نہ تھما
کام، گر رُک گیا، روانہ ہوا : ۲۰۱

زمیں سے سودہ گوہر اُٹھے بجائے غبار
جہاں ہو توسنِ حشمت کا اُس کے جولانگاہ : ۱۴۳

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالبؔ
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے : ۵۰۱

س، ش :

ص، ض :

ظ - ع :

غ - ف :

کیچڑ ملی کھائی دن بہلائے
کپڑے پھاڑے گھر کو آئے : ۱۳۷

کہیں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے
تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے : ۲۰۶

کہے گی خلق اُسے داورِ سپہر شکوہ
لکھیں گے لوگ اُسے خسروِ ستارہ سپاہ : ۱۴۴

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا : ۲۰۱

کیوں اُسے قفلِ درِ گنجِ محبت لکھیے ؟
کیوں اُسے نقطۂ پرکارِ تمنّا کہیے ؟ : ۲۰۷

کیوں اُسے تکمۂ پیراہنِ مجنوں لکھیے ؟
کیوں نقشِ پئے ناقۂ لیلیٰ کہیے ؟ : ۲۰۷

کیوں اُسے گوہرِ نایاب تصوّر کیجے ؟
کیوں اُسے مردمکِ دیدۂ عنقا کہیے ؟ : ۲۰۷

کیوں نہ فردوس کو دوزخ میں ملا لیں یارب
سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی : ۲۳۳

لیتا، نہ اگر دل تمھیں دیتا، کوئی دم چین
کرتا جو نہ مرتا، کوئی دن آہ و فغاں اور : ۲۱۰، ۲۵۵

م :

مارا زمانے نے اسداللہ خاں تمھیں
وہ ولولے کہاں، وہ جوانی کدھر گئی : ۱۶۹

مجھ تک کب اُن کی بزم میں آتا تھا دورِ جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں : ۴۰

مجھ سے غالب یہ علائی نے غزل لکھوائی
ایک بیداد گرِ رنج فزا اور سہی : ۲۲۳

مجھ کو دیکھو کہ ہوں بقیدِ حیات
اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار : ۱۰۳

مجھ کو وہ دو کہ جسے کھا کے نہ پانی مانگوں
زہر کچھ اور سہی، آبِ بقا اور سہی : ۲۳۳

صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خُو
دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے : ۲۵۵

مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند کہ سر اُڑ جائے
جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اور : ۲۱۰، ۲۵۵

مستی آلودہ سرانگشت حسیناں لکھیے
داغِ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا کہیے : ۲۰۷

مستی آلودہ سرانگشت حسیناں لکھیے
سرِ پستانِ پریزاد سے مانا کہیے : ۲۰۷

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گراں مایہ کیا کیے : ۲۵۶

ملاذ کشور و لشکر پناہ شہر و سپاہ
جنابِ عالی ایلن برون والاجاہ : ۱۴۲

ملے گی اس کو وہ عقلِ نہفتہ داں کہ اُسے
پڑے نہ قطع خصوصیت میں احتیاج گواہ : ۱۴۴

ممکن نہیں کہ بھول کے بھی آرمیدہ ہوں
میں دشتِ غم میں آہوئے صیاد دیدہ ہوں : ۲۳۴

منشی غلام غوث ہیں مشہور بے خبر
ہم سا بھی بے خبر مگر اے مہر کم ہوا : ۴۵۴

موجِ خوں سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے
آستانِ یار سے اُٹھ جائیں کیا؟ : ۲۰۹

مہر مکتوبِ عزیزانِ گرامی لکھیے
حرزِ بازوئے شگرفانِ خود آرا کہیے : ۲۰۷

میر کو کیوں نہ مغتنم جانیں ؟
اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ : ۳۵۹

میں بھولا تجھ کو اے میری جاں
کروں کیا کہ یاں گرر ہے ہیں مکاں : ۳۹۸

میں جو ہوں داعیٔ حصولِ شرف
نام عاصی کا ہے، غلام نجف : ۴۹۶

میں ہوں مشتاقِ جفا، مجھ پہ جفا اور سہی
تم ہو بیداد سے خوش، اس سے سوا اور سہی : ۲۳۲

میں سادہ دل آزردگیٔ یار سے خوش ہوں
یعنی سبقِ شوق مکرر نہ ہوا تھا : ۴۶۸

میں نے مانا کہ مل گئے، پھر کیا
وہی رونا تن و دل و جاں کا : ۲۳۹

ن :

نہ آفتاب، ولے آفتاب کا ہم چشم
نہ بادشاہ، ولے مرتبے میں ہمسرِ شاہ ۱۴۳

ہے خونِ جگر جوش میں دل کھول کے روتا
ہوتے جو کئی دیدۂ خوننابہ فشاں اور : ۲۱۰، ۲۵۴

یہ سہلِ ممتنع یہ کلامِ ادق مرا
برسوں پڑھے تو یاد نہ ہووے سبق مرا : ۳۸۹

ہے موجزن اک قلزمِ خوں کاش یہی ہو
آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے : ۳۳۶

ہے یہ القصہ حاصلِ تحریر
کہ نہ ارسال زر میں ہو تاخیر : ۴۹۶

ی، ے :

یادگارِ زمانہ ہیں ہم لوگ
یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ : ۵۴، ۴۰۹

یارب نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل اُن کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور : ۲۱۰، ۲۵۴

یہ اُس کے عدل سے اضداد کو ہے آمیزش
کہ دشت و کوہ کے اطراف میں ہے ہر سرِ راہ : ۱۴۳

یہ ترکتاز سے برہم کرے گا کشورِ روس
یہ لے گا بادشہِ چیں سے چھین تخت و کلاہ : ۱۴۴

یہ جتنے سینکڑے ہیں سب ہزار ہو جائیں
دراز اُس کی ہو عمر اس قدر، سخن کوتاہ : ۱۴۴

یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں عز و جاہ کے ساتھ
تمہیں اور اُس کو سلامت رکھے سدا اللہ : ۱۴۴

یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تجھ سے
وگرنہ خوفِ بد آموزیٔ عدو کیا ہے؟ : ۱۶۷

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے؟
ہوا تو دوست جس کا دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو : ۲۰۵

فارسی مصرعے

فارسی اشعار

آ، ا :

اے صد ہزار راز نہاں اندریں سخن
گر کم سخن توئی، نگفت کم سخن مباد :

اے کردہ بہ مہر زرفشانی تعلیم
پیدا ز کلاہ تو شکوہ دیہیم : ۲۷۰

اے کہ پنداری کہ ناچار است گردوں در روش
نیست ناچار آنکہ گردوں را بہ رفتار آورد : ۴۷۲

ایں راہ رَوِ مسالک قدس
واماندہ خورد و خواب تا کے؟ : ۲۵۳

ایں گوہر پر فروغ یارب!
آلودۂ خاک و آب تا کے؟ : ۲۵۳

ب :

با خرابات نشینان ز کرامات ملاف
ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد : ۴۰

باخیل مو رہے رسی از رہ خوش است، غالب
قاصد بگو کز آں لب نوشیں پیام چیست؟ : ۲۷۴

یادا بتو فرخندہ ز یزداں کریم
پروانگی جدید اقطاع قدیم : ۲۷۱

بسر بردہ بر چرخ مہر منوّر
همه روز در انتظار چراغان : ۱۵۳

بسے تیرہ دے ماہ وا اردی بہشت
برآید کہ ما خاک باشیم و خشت : ۲۵۹

بدیں خرام و بدیں قامت و بدیں رفتار
ز بہر فاتحہ آئی اگر بسوئے قبور : ۴۷۱

بفکر دل نہ فتادی بہیچ باب، دریغ
بگنج راہ نہ بردی دریں خراب، دریغ : ۴۸۵

بکشا زور و زر بریز و بگوئے
کہ ہمیں مدعا نگر داری : ۲۹۹

بگوش عطاریش رساند ایں خطاب
کہ بنیاد کان را رساند بہ آب : ۴۹۰

بنائے منظر جاہ ترا زحل معمار
ثوابت کرۂ چرخ هشتمین مزدور : ۴۷۱

بنو داست در دہر زیں پیش ہرگز
بدیں روشنی روئے کار چراغاں : ۱۵۳

پ :

پرسش ز تو بے حساب باید
غم هاسے مرا حساب تا کے؟ : ۲۵۳

پسرے با پدر بزاری گفت
کہ مرا یار شو بہ ہمرہ جفت : ۸۴

پیشِ من زر کجاست، جان پدر
ببری ہر چیز در نظر داری : ۲۹۹

ت :

تا دسترسم بود، زدم چاک گریبان
شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم : ۲۱۲

تاریخ وفات او چنین سالک گفت
روز ششم ماه محرم صد آه : ۲۲۳

تا نہال دوستی کے بر دہد
حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم : ۱۸، ۲۳، ۴۳، ۳۵۷

تجلی کہ زموسیٰ ربود ہوش زطور
بہ شکل کلب علی خان دگر نمود ظہور : ۴۷۰

ترسم کہ صرفہ نبرد روز بازخواست
نان حلال شیخ ز آب حرام ما : ۲۸۰

توئی بہ فضل فزایندۂ عروج علوم
توئی بہ علم کشایندۂ عقود صدور : ۴۷۱

توئی رحیم دل و من سقیم، دوری بہ
مباد رنجہ شوی از نظارۂ رنجور : ۴۷۲

تیغ نگہ کہ آب داد؟ گشتہ فگار سینہ‌ها
نوکِ مژہ کہ تیز کرد؟ دامنِ زخم بے رفوست : ۴۷۵

ث :

ثنا گر تو سکندر بہ بارگاہ جلال
قضا خدیو تو ارسطو، بہ درسگاہ شعور : ۴۷۱

ج :

جام صبوحی کہ زد؟ شیشہ بہ سجدہ می رود
مے زلب کہ کام یافت؟ جوشِ نشاط در سبوست : ۴۷۵

جان در طلب نجات تا چند؟
دل در تعب عتاب تا کے؟ : ۲۵۳

جہاندار وکشور یا کز فروغش
ز آتش ومد لالہ زار چراغان : ۱۵۴

جہانیاں ز تو برگشتہ اند اگر غالب
ترا چہ باک، ! خدائے کہ داشتی داری : ۹۶

جہدھا در خور توانائی ست
ضعف یکسر فراغ مے خواھد :

چ :

چرا گویم کہ نامہ از کیست
خود مے داند کہ نامہ نگار کیست : ۴۳۰

چشم من کندہ شد از جور فلک بہتر شد
تا نہ بینم کہ کسے غیر جہانداری ما :

چشم کہ باز شد ز خواب ؟ فتنہ از و بچار سوست
پردہ ز رُخ کہ برکشاد ؟ مہر ز شرم زرد روست : ۴۷۴

چگونہ شمع تجلی ز رشک نگدازد
رخ تو خانۂ آئینہ را بہ آب رساند : ۴۸۳ ، ۴۹۰

چو آب سیل روانے کہ ایستد بہ مغاک
بود ہمیشہ بہ غلیان ولے شراب طہور : ۴۷۱

چو او بزیر زمین رفت، آن ولایت یافت
تو باشں والی روے زمیں، قرون و دھور : ۴۷۱

خود شکوہ دلیل رفع آزار بس است
آید بزباں ہر آنچہ از دل برود : ۱۸۸

چو رسی بہ طور ہمت ارنی مگو و بگزر
کہ نیرزد ایں تمنا بجواب لن ترانی : ۴۲۲

چوں پیر شدی حافظ از میکدہ بیروں رو
رندی و ہوسناکی در عہد شباب اولیٰ : ۲۸۰

چہرہ زمے کہ برفروخت؟ نشاء شوق شد بلند
زلف کہ بوئے برفشاند؟ موج نسیم مشکبوست : ۷۵

چہ عجب، صانع اگر نقش ذہانت گم کرد
کاں خود از حیرتیاں رخ نیکوے تو بود : ۲۵۳

ح :

"حسین ابن علی" آبروے علم و عمل
کہ "سید العلما" نقش خاتمش بودے : ۴۲۷

حیف باشد کہ از چو من سپرے
خاک رنگیں عزیز تر داری : ۲۹۸

دانم کہ زرے داری، ہرجاگزرے داری
مے گر نہ دہد سلطاں، از بادہ فروش آور : ۴۲۱

دانی من و دل آنچہ بہم درکشیدہ ایم
دریک نفس دو ساغر سم درکشیدہ ایم : ۱۲۲

در انتقام کشی شیوۂ کرم مگزار
برآر کام دل بدسگال از ساطور : ۴۷۱

در بزم وصال تو بہ ہنگام تماشا
نظارہ ز جنبیدن مژگان گلہ دارد : ۲۷۳، ۲۷۵

درخلوتش گزر نبود باد را اگر
صرصر بخاک راہ رساند پیام ما : ۲۶۱

در زنا، گر بگیردت عسسے
بہلد، کو گرفت چوں تو بسے : ۸۴

در شعر سہ کس پیمبرانند
ہرچند کہ لا نبیّ بعدی : ۱۰۵

در قیل و قال هم نفس شاعران فرس
در وجد و حال هم اثر خواجگان چشت : ۳۵۲

دست کہ در حنا گرفت؟ لالۂ تر بہ خوں نشست
چشم کہ مست سرمہ گشت؟ ناطقہ سرمہ در گلوست : ۴۷۵

دل یسے داغدار بود، نماند
در نظرها بهار بود، نماند : ۱۳۵

دم نگارشِ وصفِ کلامِ شیرینش
چو خیلِ مور دود بہ ورق حروف سطور : ۴۷۱

دوست دارم گرہے را کہ بکارم زدہ اند
کاین همان است کہ پیوستہ در ابروے تو بود : ۲۵۴

دوش، کز گردشِ بختم گلہ بر روے تو بود
چشم سوئے فلک و روے سخن سوے تو بود : ۲۵۳

دولت بہ غلط نبود از سعی پشیماں تو
کافر نتوانی شد، ناچار مسلماں شو : ۲۵۰

ر :

رایگان ست زندگانی ها
می تواں کرد جانفشانی ها : ۱۳

رختِ خرد بہ آب رفت، عارضِ شرمگین کہ شست؟
غرقۂ آبِ حیرت است، آئینہ باکر رو بروست؟ : ۴۷۴

ز :

ش :

ع :

عاقلان از بے مرادیہائے خویش
باخبر گشتند از مولائے خویش : ۴۸۰

عالم ہمہ مرآتِ جمالِ ازلی ست
می باید دید و دم نمی باید زد : ۴۹۲

عطار روح بود، سنائی دو چشمِ ما
ما از پسِ سنائی و عطار آمدیم : ۸۴

عینکے و پارۂ سیمابے بامن ماندہ است
چشمِ حیران و دلِ بیتاب بامن ماندہ است : ۶۱

غ :

غازہ بہ رخ کہ برکشید؟ رنگ بروئے گل شکست
ابروئے کیست وسمہ تاب؟ گردنِ خلق تیغ جوست : ۴۷۵

غالب اگر نہ خرقۂ و مصحف بہم فروخت
پرسد چرا کہ نرخِ مئے لعلِ فام چیست؟ : ۲۷۵

غالب بقول حضرت حافظ ز فیضِ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما : ۲۶۱

ف، ق

گ :

ل :

م :

ما خستهٔ غمیم و بود مے دواے ما
با خستگان حدیث حلال و حرام چیست ؟ ؛ ۲۷۵

محب ز لطف تو بالنده چوں نوا از ساز
عدو ز بیم تو نالنده چوں خر طنبور : ۴۷۲

مذہب عاشق ز مذہبہا جداست
عاشقان را مذہب و ملت خداست : ۲۵۰

مرا بہ سادہ دلیہاے من تواں بخشید
خطا نمودہ ام و چشم آفریں دارم : ۱۹۳

مردم ز غلط فہمی مردم مردم
اے کاش کسے ہر آنچہ ہستم داند : ۳۱۲

مردن و جاں بہ تمناے شہادت دادن
ہم از اندیشۂ آزردن بازوے تو بود : ۲۵۴

مستم ز خون دل کہ دو چشم ازاں پراست
گوئی مخور شراب و نہ بینی بجام چیست ؟ : ۲۷۴

مقصود ما ز دہر ہر آئینہ نیستی ست
یارب کہ ہیچ دوست مبادا بہ کام ما : ۲۶۱

مگر شهر دریاے نور است، کاینجا
نگه گشته هر سو دو چار چراغاں : ۱۵۳

من آں کسم که ز افراط ورزش اخلاص
به غیبت است مرا دعویٰ دوام حضور : ۴۷۲

من که باشم که جاوداں باشم
چون نظیری نماند طالب مرد : ۴۵۸

مومن بخیال خویش مستم داند
کافر به گمان خدا پرستم داند : ۳۱۲

موے کمر که تاب داد؟ رشته جاں ز هم گسیخت
دامن ناز را که هشت؟ خاک زمین به آبروست : ۴۷۵

میخواهم از خدا و نمی خواهم از خدا
دیدن حبیب را و ندیدن رقیب را : ۴۰۵

میرزا تفته که پیوسته به دل ما دارد
هر کجا هست، خدایا! به سلامت دارش : ۱۱۷، ۲

مے نتواں آورد استغنا سفارش نامهٔ
چرخ کج رو را اگر دانیم کز یاران کیست : ۴۷

ن :

ناچار بگرییم شب و روز که این سیل
باشد که برد کالبد آب و گل از ما : ۲۴۱

نامرادی زندگی بر خویش آسان کردن است
ترک جمعیت دل خود را سامان کردن است : ۴۷۹

نزد ما حیف است گو نزد زلیخا میل باش
جذبۂ کز چاه یوسف را به بازار آورد : ۴۷۳

نظاره را ز خون دلم گل دو آستین
خونش مگو، بگو که ز چشم چمن چکید : ۳۶

نظر به خستگی و پیری و تهی دستی
قبول کردن تسلیم من خوش است ز دور : ۴۷۲

نکتۂ داریم و با یاران نمے گوییم فاش
طالب دیدار باید تاب دیدار آورد : ۴۷۲

نگهم نقب همے زد به نهان خانۂ دل
مژده باد اهل ریا را که ز میدان رفتم : ۴۶۹

نه بستان سرائے، نه میخانه
نه دستان سرائے، نه جانانه : ۳۰۵

نہ رقص پری پیکراں بر بساط
نہ غوغائے رامشگراں در رباط : ۲۰۵

نہ شام ما را سحر نویدی، نہ صبح ما را دم سپیدی
چو حاصل ماست، ناامیدی، غبار دنیا بہ فرق عقبیٰ : ۵۰۲

نہ کرسی فلک شد اندیشہ زیر پا
تا بوسہ بر رکاب قزل ارسلاں دہد : ۶

نہ ماند و ماندے اگر زندہ پنج سال دگر
"غم حسین علی" سال ماتمش بودے : ۴۲۷

نیست چوں در منطقش جبر ذکر شاہد حرف و صوت
شاہدے باید کہ غالب را بہ گفتار آورد : ۴۷۳

نے محرم قفس، نہ بہ دام آشنا شدیم
نفریں کنیم ساعت پرواز خویش را :

نیست محکم گر رسد بنیاد دنیا تا بہ آب
چوں حباب ایں خانہ بے بنیاد مے سازیم ما : ۴۹۰

نیکی ز تست، از تو نخواہیم مزد کار
ور خود بدیم کار تو ایم، انتقام چیست؟ : ۲۷۴

و :

ھ :

ے :

یارب این آرزوے من چہ خوش است
تو بدین آرزو مرا برسان : ۲۰۳

یا کرم خود نماند در عالم
یا مگر کس درین زمانہ نکرد : ۱۷۵

یحییٰ شد و از شعلہ سوز غم ہجرش
چون شمع دود دو دبسر متصل از ما : ۲۴۱

یکے درانجمن از من ہمے پژوہش کرد
کشیدم 'آہے' و گفتم " دریغ دیوانہ" : ۲۴۰

یک وجب جائے بہ کوے تو زخون پاک نبود
کشتہ برکشتہ تپان بود' دگر خاک نہ بود : ۱۳۲

اَسماءُاللسان (زبانیں)

اماکن :

محلے، مطابع، اداے، علاقے، عمارتیں وغیرہ

کتابیات : (BIBLIOGRAPHY) :

مولانا غلام رسول مہر کی تالیفات

۱ - غالب، طبع اوّل ۱۹۳۶ء، طبع دوم ۱۹۴۱ء
طبع سوم ۱۹۴۴ء، طبع چہارم ۱۹۴۶ء
۲ - خطوطِ غالب (حصہ اول) لاہور، ۱۹۵۱ء
۳ - خطوطِ غالب (حصہ دوم) لاہور، ۱۹۵۲ء
۴ - خطوطِ غالب (ایک جلد میں) طبع سوم، ۱۹۶۲ء
طبع چہارم، ۱۹۶۸ء
۵ - خطوطِ غالب، جلد اوّل، مجلسِ یادگارِ غالب،
پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۶۹ء
۶ - خطوطِ غالب، جلد دوم، ایضاً ۱۹۶۹ء
۷ - کلیاتِ غالب (فارسی)، لاہور، ۱۹۶۵ء
۸ - دیوانِ غالب، مکمل عکسی، لاہور، ۱۹۶۷ء
۹ - نوائے سروش (اُردو دیوانِ غالب مع شرح)، لاہور، ۱۹۶۹ء
۱۰ - دیوانِ غالب مع شرح (عبدالرشید علوی) مقدمہ و نظرِ ثانی،
از مولانا غلام رسول مہر، لاہور سن ندارد۔
۱۱ - قصائد و مثنویاتِ غالب (فارسی)، لاہور، ۱۹۶۹ء
۱۲ - قصائد و رُباعیات ... (غالب، فارسی)، لاہور ۱۹۶۹ء

دیگر ماخذ :

۱- اِشاریۂ غالب، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، لاہور، ۱۹۶۹ء

۲- افاداتِ مہر، مرتبہ ڈاکٹر شیر بہادر خاں پنّی، لاہور، ۱۹۷۳ء

۳- غالب اور انقلاب ستاون، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، لاہور، طبع دوم، ۱۹۷۶ء

۴- غالب — شاعر امروز و فردا، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، لاہور، ۱۹۷۰ء

۵- غالب کا علمی سرمایہ، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، لاہور، ۱۹۸۹ء

۶- مولانا غلام رسول مہر — بطور غالب شناس (تھیسس) نیر سلطانہ، لائل پور، ۱۹۷۴ء

۷- نیا دور (سہ ماہی)، کراچی، شمارہ ۵۵، ۵۶، ۱۹۷۱ء

اشاریہ خطوطِ غالب

جلد اوّل :

مُرتبہ :

ہُما اخلاق

"مولانا غلام رسول مہر کے قابلِ قدر مجموعے "خطوطِ غالب" میں اشاریے کی کمی بُری طرح کھٹکتی ہے ۔ اب بھی اگر ضمیمے کے طور پر اس کا اشاریہ شائع کردیا جائے تو یہ بڑی خدمت ہوگی اور میرا خیال ہے کہ جامعہ پنجاب کے حوصلہ مند اربابِ اقتدار کے لیے یہ کوئی ایسا مشکل کام بھی نہیں ۔"

—— ڈاکٹر جمیل جالبی، نیا دور، کراچی، ۱۹۷۱ء

"یہ بات ۱۹۷۱ء میں کہی گئی تھی —— مجھے خوشی ہے کہ اٹھارہ بیس برس بعد "خطوطِ غالب" کے اِس ضخیم اور قابلِ قدر مجموعے کا اشاریہ تیار کرایا جانا ممکن ہوسکا —— اور اشاریہ سازی کی یہ خدمت' ہمارے ہاں شعبۂ اُردو کی ذی استعداد اسکالرز کے ہاتھوں انجام پائی ۔ مجھے یقین ہے کہ اس اشاریے کی رہنمائی میں غالب کے خطوط کا مطالعہ کرنے والوں کو اپنی ضرورت کے مواد تک رسائی میں مدد ملے گی ۔"

—— ڈاکٹر سیّد مُعین الرحمٰن

"مولانا غلام رسول مہر کے مرتّبہ "خطوطِ غالب" کے اشاریے کے کچھ اجزا، اور نمونے میں نے دیکھے ۔ یہ ایک مفید کام ہے اور خوشی کی بات ہے کہ جس کمی کی طرف میں نے برسوں پہلے اپنے تبصرے میں اشارہ کیا تھا، ڈاکٹر سیّد مُعین الرحمٰن نے اُسے اہمیت دی اور عملاً اس کام کو اپنی نگرانی میں کرا ڈالا —— خُدا، شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور کو شاد و آباد رکھے ——" —— ڈاکٹر جمیل جالبی

شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور